56

دوسروں کی اصلاح کے لئے گداز اور سوز پیدا کرو

(فرمودہ ۲۷- مئی ۱۹۳۲ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے کچھ قوانین بنائے ہیں اور وہ قوانین اپنے بندوں کے انتظام کی درستی اور ان کے حالات کی اصلاح کے لئے دنیا میں جاری کئے ہیں- ان قوانین اور اس آئین کو مدنظر رکھے بغیر کبھی دنیا میں اصلاح نہیں ہو سکتی- نادان انسان اپنی جہالت کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے قانون کو ناقص سمجھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ میری تدبیریں ہی مجھے کامیاب بنائیں گی- مگر وہ صرف عنکبوت کی طرح اپنے لئے گھر بناتا ہے- اور جس طرح عنکبوت اپنے گھر میں آپ ہی پھنس کر مرجاتی ہے- اسی طرح وہ بھی اپنی تدبیروں میں آپ ہی اُلجھ کر رہ جاتا ہے- تب اسے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین کی نگہداشت نہ کی جائے اور جب تک ان کے مطابق عمل نہ کیا جائے دنیا میں کبھی اصلاح نہیں ہو سکتی-

ہمارے ہندوستان کے لوگ تو اپنے علم اور عقل میں ابھی بہت پیچھے ہیں- یورپ جس نے اپنے خیال میں علم کا انتہائی مقام حاصل کر لیا ہے اور جس کے بعض افراد اپنے غرور کی وجہ سے یہ خیال کرنے لگے ہیں کہ وہ خدا کی خدائی کو بھی باطل کر دیں گے- وہ بھی اپنی تدبیروں کے جال میں پھنس رہا ہے- اور اپنی عقل کے ہاتھوں سخت تنگ آرہا ہے- اور ان نقصانات کی وجہ سے جو اس کی کوششوں کی وجہ سے ظاہر ہوئے' وہ حیرت سے اس دنیا کو جو اس نے اپنے ہاتھوں تیار کی تھی قرآن مجید کے الفاظ میں کہہ رہا ہے وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَالَهَا[1] اس دنیا کو کیا ہو گیا- میں نے کیا کیا تدبیریں اس کی درستی کے لئے کیں- کتنے عجیب و غریب طریق اس کو مناسب حال بنانے کے لئے

نکالے مگر بجائے اصلاح کے یہ زمین خراب ہوتی چلی گئی۔ اور بجائے فائدہ کے نقصان ہی ہوتا چلا گیا۔ پس اگر وہ یورپ جو اپنے علم کے لحاظ سے ' اپنی عقل کے لحاظ سے ' اپنے تجربہ کے لحاظ سے ' اپنے مال کے لحاظ سے ' اپنی دولت کے لحاظ سے ' اپنی شوکت کے لحاظ سے ' اپنے سامانوں کے لحاظ سے ' اپنے آدمیوں کے لحاظ سے ' اپنے جتھے کے لحاظ سے ' اپنی تنظیم کے لحاظ سے غرض ہر جہت سے ہم سے بڑھ کر ہے اس میدان میں اللہ تعالیٰ کی مدد کے بغیر ناکام رہا ہے تو میں حیران ہوتا ہوں ان لوگوں پر جو ایک مچھر کی حیثیت بھی نہیں رکھتے اور اپنے ایجاد کردہ طریقوں سے لوگوں کی اصلاح کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اگر انسانی تدبیروں کے ساتھ اصلاح کے مدعی دوسرے لوگ ہوتے۔ اگر دوسری قومیں دوسری جماعتیں اور دوسری انجمنیں اپنی تدبیروں کے پیچھے پڑتیں تو وہ معذور سمجھی جاسکتی تھیں کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ پوشیدہ ہے۔ اور پوشیدہ ہاتھ کی طرف دیکھنا اور اس سے مدد حاصل کرنا وہ نادانی سمجھتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ حقیقی دانائی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد حاصل کی جائے۔ لیکن میں حیران ہوتا ہوں کہ وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کو دیکھا' اپنی نادانی اور جہالت کی وجہ سے وہ بھی انسانی تدبیروں کے ساتھ اصلاح کے مدعی بنتے ہیں۔

اگر خوش قسمتی سے ہمیں اچھی بیویاں مل گئی ہوں تو یہ اور بات ہے مگر کتنے ہیں تم میں سے جنہیں بیویاں ان کے مناسب حال نہ ملیں اور پھر وہ اپنی بیوی کی اصلاح پر ہی قادر ہو سکے۔ اگر خوش قسمتی سے تمہارا بچہ نیک اور خدا پرست ہے تو یہ خدائی فعل ہے۔ اس میں تمہارا دخل نہیں لیکن کتنے ہیں تم میں سے کہ اگر ان کا ایک بچہ بھی خراب ہو گیا تو وہ اس کی اصلاح پر قادر ہو سکے ہوں۔ پس تم اگر ایک بیوی کی اصلاح نہیں کر سکتے' اگر تم اپنے ایک بچے کی اصلاح پر قادر نہیں ہو سکتے تو کس طرح تم ساری قوم کے بچوں اور ساری قوم کے آدمیوں کی درستی اپنی تدابیر کے ذریعہ کر سکتے ہو۔ اگر تم ایسا دعویٰ کرتے ہو تو یہ دعویٰ باطل اور غلط ہے۔ اور سوائے جنون کے میں اس کا اور کوئی نام رکھنے کے لئے تیار نہیں۔ بچوں کی درستی محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتی ہے اور محض اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین کے ماتحت ہوتی ہے۔ جس وقت خدا تعالیٰ اصلاح کرنا چاہتا ہے اس وقت خود بخود ایسا انتظام کر دیتا ہے جس کے ماتحت آپ ہی آپ اصلاح ہو جاتی ہے۔ یا تو ایک وقت وہ ہوتا ہے کہ بندے کوشش کرتے ہیں اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور یا ایسا وقت آجاتا ہے کہ بندے کچھ نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ اپنا کام سرانجام دے لیتا ہے۔

حافظ روشن علی صاحب مرحوم ایک واقعہ سنایا کرتے تھے۔ آپ کہتے ایک دفعہ میں نے احمدیہ چوک میں دیکھا کہ جلسہ کے ایام میں ایک دو آدمی ایک طرف سے آرہے تھے اور کوئی پندرہ بیس آدمی دوسری طرف سے۔ وہ کہتے ہیں جونہی وہ ایک دوسرے کے قریب پہنچے اور ان دونوں گروہوں کی ایک دوسرے پر نگاہ پڑی تو ایک طرف سے آنے والے دوسری طرف سے آنے والوں کی طرف لپک کر بڑھے اور بے اختیار اس طرح چیخیں مار مار کر رونے لگے جس طرح ایک بے صبر عورت اپنے بچے کی موت پر رویا کرتی ہے۔ وہ کہتے مجھے حیرت ہوئی کہ آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ یہ ملے اور ملتے ہی رونے لگ گئے۔ میں اسی حالت میں انکے پاس گیا اور انہیں تسلی دی۔ میں نے سمجھا شاید بے صبری اس لئے دکھا رہے ہیں کہ ان کا کوئی عزیز فوت ہو چکا ہے اور اس موقع پر اسے یاد کر کے رو پڑے ہیں۔ لیکن جب میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے بتایا اس رونے کی وجہ کوئی دنیاوی صدمہ نہیں بلکہ اس کا باعث یہ ہے کہ ایک طرف سے جو لوگ زیادہ تعداد میں آرہے تھے وہ کسی زمانہ میں احمدیت کے شدید مخالف تھے اور جو دوسری طرف کے تھے وہ احمدی تھے اور چونکہ ہموطن اور رشتہ دار تھے۔ اس لئے ان کی شدید مخالفت کی وجہ سے یہ اپنا وطن چھوڑ دینے پر مجبور ہو گئے تھے۔ اور کچھ عرصہ سے آپس میں کوئی تعلق نہ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے کچھ عرصہ کے بعد ایسے سامان مہیا کر دیئے کہ وہی لوگ جو احمدیت کے شدید ترین مخالف تھے اور جنہوں نے اپنے احمدی رشتہ داروں کو اپنے وطن سے نکل جانے پر مجبور کر دیا تھا خود احمدی ہو گئے۔ مگر اس کا ان کے احمدی رشتہ داروں کو علم نہ ہوا۔ اب جلسہ کے موقع پر جو یہ اچانک ایک دوسرے کے سامنے آئے تو وہ جنہوں نے اپنے عزیزوں پر کسی زمانہ میں ظلم و ستم کئے تھے انہیں اپنے ظلم یاد کر کے رونا آگیا۔ اور وہ لوگ جنہیں اپنے گھروں سے نکالا گیا تھا انہیں یہ خیال کر کے رونا آگیا کہ وہی لوگ جنہوں نے محض قادیان کی وجہ سے ہمیں اپنے گھروں سے نکالا تھا آج خود قادیان میں چکر لگا رہے ہیں۔ تم سوچو آخر وہ لوگ جنہوں نے احمدیت کی خاطر اپنے گھروں سے نکلنا قبول کر لیا وہ اپنے اُن رشتہ داروں کو تبلیغ تو ضرور کرتے ہوں گے سمجھاتے ہوں گے اور سب کچھ جو ان کے بس میں ہوتا ہوگا کرتے ہوں گے مگر اس وقت قلوب کی اصلاح نہ ہوئی اور جب وقت آگیا تو وہی دشمن جنہوں نے ایک وقت اپنے احمدی رشتہ داروں کو گھروں سے نکال دیا تھا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی اصلاح ہو گئی اور انہوں نے بھی احمدیت کو قبول کر لیا۔ حضرت عمرو بن العاص کے متعلق لکھا ہے کہ جس وقت وہ وفات پانے لگے تو انہیں بہت ہی کرب اور

تکلیف تھی- وہ بار بار اس کا اظہار کر رہے تھے- ان کے بیٹے نے ان سے کہا آپ گھبراتے کیوں ہیں- آپ نے تو اسلام کی بہت بڑی خدمات سرانجام دی ہیں- پھر مرنے کا کیا خوف ہے- انہوں نے کہا اے میرے بیٹے! اگر رسول کریم ﷺ کی زندگی ہی میں میری وفات ہو جاتی تو مجھے گھبراہٹ نہ ہوتی- آپؐ کے وصال کے بعد نہ معلوم فتنہ و فساد کے زمانہ میں ہم سے کیا کیا حرکتیں سرزد ہوئیں- اور نہ معلوم وہ خدا کو کس قدر پسند آئیں اور چونکہ اس موقع پر رسول کریم ﷺ کا ذکر آ گیا تھا- جس پر صحابہ بے تاب ہو جایا کرتے تھے اس لئے باوجود شدت کرب اور نزع کی تکلیف کے وہ بے قرار ہو گئے- اور انہوں نے کہا اے میرے بیٹے! ایک زمانہ تھا کہ مجھے رسول کریم ﷺ سے زیادہ ناپسند وجود دنیا میں کوئی اور معلوم نہ ہوتا تھا- یہاں تک کہ اس نفرت و حقارت کی وجہ سے میں نے اس وقت آنکھ اٹھا کر آپ کی شکل دیکھنا پسند نہ کیا- میں دنیا میں سے بدترین جگہ وہ سمجھتا تھا جہاں رسول کریم ﷺ موجود ہوتے- اور اس نفرت میں مَیں اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ ایک چھت کے نیچے کبھی میں رسول کریم ﷺ کے ساتھ کھڑا ہونا پسند نہیں کرتا تھا- میری جتنی طاقتیں تھیں وہ میں آپ کے خلاف صرف کرتا اور ہر ممکن طریق سے آپ کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتا- پھر ایک دن وہ آیا جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو کھول دیا- صداقت مجھ پر ظاہر ہو گئی- اور مجھے معلوم ہو گیا کہ میں غلطی پر تھا- تب میں نے رسول کریم ﷺ کو قبول کیا- مگر اے میرے بیٹے! پھر مجھے رسول کریم ﷺ سے اس قدر عشق ہو گیا اور اتنی گہری محبت میرے دل میں آپ کے لئے پیدا ہو گئی کہ میں اس محبت کی وجہ سے آپ کی طرف نہ دیکھ سکا- گویا ایک وقت تو نفرت کی وجہ سے میں رسول کریم ﷺ کو نہیں دیکھ سکا اور دوسرے وقت رُعب حسن کی وجہ سے نہیں دیکھ سکا- پھر اے میرے بیٹے! میری یہ حالت ہو گئی کہ دنیا میں سب سے زیادہ پیاری جگہ مجھے وہ معلوم ہوتی جہاں رسول کریم ﷺ موجود ہوتے- اور چونکہ میں دونوں حالتوں میں آپ کو نہیں دیکھ سکا اس لئے آج اگر مجھ سے کوئی شخص رسول کریم ﷺ کا حلیہ پوچھے تو میں نہیں بتا سکتا- کیونکہ پہلے بغض کی وجہ سے میں نے آپ کی شکل نہ دیکھی اور پھر محبت کی وجہ سے آپ کی شکل نہ دیکھ سکا[۲] - یہ تبدیلی جو حضرت عمرو بن العاص کے دل میں پیدا ہوئی اور جسے وہ خود بیان کرتے ہیں تم دیکھ سکتے ہو کتنی زبردست تبدیلی ہے- ایک وقت تو اتنا بغض کہ آپ کو اس بغض کی وجہ سے نہ دیکھ سکے- اور پھر اتنی محبت کہ اس محبت کی وجہ سے آپ کو نہ دیکھ سکے- مگر یہ کس چیز نے تبدیلی پیدا کی- محض اللہ تعالیٰ کے فضل نے نہ کہ انسانی

تدبیروں نے۔ اور تو اور اگر رسول کریم ﷺ بھی محض تدبیروں سے کام لیتے اور اپنے تجویز کئے ہوئے ذریعوں سے لوگوں کی اصلاح کرنا چاہتے تو یقیناً ایک شخص کی بھی آپ اصلاح نہ کر سکتے۔ لیکن رسول کریم ﷺ نے اپنی تدبیروں سے لوگوں کی اصلاح نہیں کی۔ بلکہ اپنے تمام خیالات افکار اور جذبات کو اللہ تعالیٰ کی قربانگاہ پر لا کر ڈال دیا۔ اور جس طرح نیل گر کی بھٹی میں انسان اپنا کپڑا ڈال کر اسے رنگین کر لیتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کپڑے کا اپنا کوئی رنگ باقی نہیں رہتا۔ اسی طرح انہوں نے صِبْغَةَ اللّٰہِ سے اپنے آپ کو رنگ لیا۔ یہاں تک کہ کوئی بھی ذرہ رسول کریم ﷺ کی بشریت کا باقی نہ رہا۔ اور آپ کے تقویٰ کا لباس اسی رنگ میں رنگین ہو گیا جو خدا تعالیٰ کا رنگ تھا۔ تب آپ ایسا نمونہ اور ایسی مثال دنیا میں قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے کہ انسان باوجود اپنی گندگی اور خباثت کے جس نے اپنی فطرت کو مسخ کر لیا تھا مجبور ہو کر آپ کی طرف آیا اور قریب ہو کر اس نے بھی وہ رنگ لے لیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو عطا ہوا تھا۔

پس یاد رکھو تم دنیا کی اصلاح اپنی کوششوں سے نہیں کر سکتے۔ مجھے افسوس ہوتا ہے مجھے حیرت ہوتی ہے۔ مجھے تعجب ہوتا ہے اور رنج بھی ہوتا ہے۔ جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ وہ جماعت جسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کی اصلاح کے لئے کھڑا کیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس لئے قائم کیا ہے تا وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا جلال ظاہر کرے۔ اس کے بعض افراد کی اولاد نہایت ہی گندہ اور شرمناک نمونہ اخلاق کا دکھا رہی ہے اور وہ اپنے خبث باطن کی وجہ سے دنیا کے خبیث ترین وجودوں سے مشابہت رکھتی ہے۔ پھر مجھے حیرت آتی ہے ان والدین پر جو آنکھیں بند کر کے اس خباثت کو بڑھانے میں دن رات کوشاں ہیں۔ اور انہیں کبھی خیال نہیں آتا کہ وہ اس کا علاج کریں اور پھر مجھے تعجب آتا ہے ان لوگوں پر جو خدائی کا دعویٰ کر کے اصلاح کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ وہ اپنی تدبیروں کے ذریعہ انہیں درست کر لیں۔ یہ تینوں احمق ہیں۔ اور تینوں کا خدا اور اس کے رسول اور اس کے خلیفہ سے کوئی تعلق نہیں۔ دنیا میں کبھی تقویٰ اور بے وقوفی جمع نہیں ہو سکتے۔ اور نہ تقویٰ اور نابینائی جمع ہو سکتے ہیں۔ تم کبھی بھی ایک وقت میں خدا اور شیطان کا کہنا نہیں مان سکتے۔ جس وقت تم خدا کی بات مانو گے اس وقت شیطان کو چھوڑنا پڑے گا۔ اور جب شیطان کے پیچھے چلو گے تو خدا کو چھوڑنا پڑے گا۔ مجھے حیرت آتی ہے کہ وہ قرآن میں روز پڑھتے ہیں کہ یہ اولاد اور بیویاں تمہارے لئے فتنہ ہیں مگر پھر وہ اس فتنہ سے بچتے نہیں۔ نہ معلوم ان کا نور بصارت کس وقت اور کس گناہ کی وجہ سے مارا گیا۔ اور نہ معلوم وہ کیوں ظاہری نور میں لپٹے ہونے کے باوجود

اندھے ہو جاتے ہیں۔ کیا چیز ہے تمہاری اولاد۔ وہ تو ایک لعنت ہے اگر وہ تمہارے لئے بدذکر کو پیچھے چھوڑتی ہے اور کون ہے جو لعنت کا طوق اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ پھر کون ہے جو ایسی گندی اور خبیث اولاد کو رکھنے کے لئے تیار ہو سکے۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی لعنت کو لعنت سمجھتے۔ اگر تم گندی چیزوں کو گندی سمجھتے۔ اگر ناپاکی کو ناپاکی سمجھتے تو بجائے ایسی اولاد کی تائید میں کھڑے ہونے کے تم اسے پھینک کر الگ ہو جاتے۔ اگر تم کہتے ہو کہ تم سے یہ نہیں ہو سکتا تو تم مؤمن نہیں۔ ایمان تو وہ ہوتا ہے جو حضرت ابوبکر نے دکھایا۔ آپ کے ایک بیٹے شروع میں اسلام کے سخت مخالف تھے۔ ایک لڑائی میں وہ مسلمانوں کے مقابل پر لڑے۔ جب لڑائی ہو چکی اور کچھ عرصہ گزر گیا تو وہ مسلمان ہو گئے۔ ایک دن وہ ہنس کر حضرت ابوبکر سے کہنے لگے اباجان فلاں لڑائی کے موقع پر آپ بالکل غافل جا رہے تھے۔ اور میں ایک پتھر کے پیچھے چھپا ہوا اس تاک میں بیٹھا تھا کہ کوئی مسلمان گزرے تو اسے ماروں۔ اس موقع پر میں نے دیکھا کہ آپ گزر رہے ہیں۔ میں نے ہاتھ روک لیا اور دل میں کہا آپ تو میرے باپ ہیں۔ آپ پر حملہ نہیں کرنا چاہئے۔ حضرت ابوبکر سن کر کہنے لگے خدا کی قسم! اگر اس وقت میں تجھے دیکھ لیتا تو وہیں ڈھیر کر دیتا[۳]۔ پھر کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہاری اولادیں تمہیں خدا سے ملا دیں گی۔ یا کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ اولادیں تمہارے لئے سہارا ہیں یا وہ تمہارے بڑھاپے کا سہارا ہوں گی۔ وہ تو تمہاری جوانی کے لئے بھی لعنت کا باعث بن سکتی ہیں۔ کجا یہ کہ تمہارے بڑھاپے میں کسی کام آسکیں۔

پھر مجھے حیرت ہوتی ہے کہ تم میں سے بعض اپنی بیویوں کے ڈر کے مارے اپنی اولادوں کو خراب ہونے دیتے ہیں۔ اور ان کا کوئی علاج نہیں کرتے۔ بلکہ نہایت بے حیائی سے کام لیتے ہوئے مجھے لکھتے ہیں کہ ہماری بیویاں سخت ہیں ہم کیا کریں۔ اگر ایسی ہی بات ہے تو پھر لعنت ہے تمہارے مرد ہونے پر کہ تم بیویوں سے ڈر کر گمراہی کے پھیلانے کا باعث بنتے ہو۔ اگر واقعی تمہاری بیوی ایسی ہی ہے۔ جو تمہارے دین کو برباد کرتی ہے تو پھر کیوں تم نے ایسی خبیث عورت کو اسی وقت علیحدہ نہ کر دیا جب وہ تمہارے گلے ڈالی گئی تھی۔ اور کیوں تم نے اللہ تعالیٰ کے قانون طلاق سے کام لیتے ہوئے اس گندے عضو کو کاٹ کر نہ پھینک دیا۔ اگر تم نے اس وقت ایسا نہیں کیا تو ہر دن جو تمہاری زندگی میں سے گزرا' اس دن تم نے اپنے گھر میں لعنت کا بیج بویا اور لعنت کے درخت کو پانی دیا۔ اور تم اپنے لئے بھی اور اپنی اولادوں اور ان کی اولادوں کے لئے بھی لعنت کا باعث بنے۔ کیا تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم لے

کر کھڑے ہو گے یا وہ لعنتیں لے کر کھڑے ہو گے جو تم نے دنیا میں اس طرح کمائیں کہ تم نے ایک عورت کے لئے ایک ذلیل چیتھڑے کے لئے خدا کے دین کو برباد کیا۔

پھر کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہاری یہ اولادیں تمہارے لئے سکھ اور آرام کا موجب ہوں گی۔ اگر وہ گند لے کر کھڑے رہیں گے تو ان کے برے اعمال کی وجہ سے لوگ یہی کہیں گے کہ لعنت ہو ان پر اور انکے باپ پر۔ اور جانتے ہو مؤمن کی لعنت کتنی سخت چیز ہوتی ہے۔ مؤمن کی لعنت نہایت ہی خوفناک چیز ہے۔ ایک دفعہ رسول کریم ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور صحابہ بھی پاس تھے کہ قریب سے ایک جنازہ گزرا۔ لوگوں نے مرنے والے کی تعریف کی اور کہا کہ یہ بہت اچھا شخص تھا۔ آپ نے فرمایا وَجَبَتْ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اس کے لئے کیا واجب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ پھر ایک اور جنازہ گزرا اور لوگوں نے اس کی مذمت کی۔ آپ نے فرمایا وَجَبَتْ عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا واجب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا اس مرنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کا عذاب واجب ہو گیا[۴]۔ پھر آپ نے فرمایا جب خدا کسی کو نیک بناتا ہے تو نیک لوگوں کی زبانوں پر اس کی تعریف جاری کر دیتا ہے۔ اور جب کسی پر لعنت کرنا چاہتا ہے تو نیکوں کی زبان پر اس کے لئے لعنت جاری کر دی جاتی ہے۔ پھر مجھے ان لوگوں پر بھی تعجب آتا ہے جو اس فتنہ اور فساد کو دیکھتے ہیں اور اصلاح کے مدعی بن کر لڑکوں کو درست کرنے اور ان کی اصلاح کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ان کی اصلاح تو کیا ہونی ہے وہ آگے سے بھی زیادہ فتنہ و فساد پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ احمق سمجھتے ہیں کہ بدمعاشی کا بدمعاشی سے علاج کیا جا سکتا ہے۔ اور لٹھ لے کر اٹھ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ گویا وہ خدائی فوجدار ہیں کہ انہی کے سپرد خدا نے لوگوں کی اصلاح کی ہے۔ حالانکہ رسول کریم ﷺ سے ایک دفعہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! اگر میں اپنی آنکھ سے اپنی بیوی کو بدکاری کرتے دیکھوں تو کیا اسے مار دوں۔ آپ نے فرمایا نہیں بلکہ اگر تم اسے مارو گے تو تم قاتل اور خونی سمجھے جاؤ گے[۵]۔ حالانکہ اس وقت جب سوال کرنے والے نے یہ سوال کیا ایسے مجرم کے لئے سنگساری کی سزا مقرر تھی۔ اور شریعت نے بھی اسے مارنا ہی تھا لیکن آپ نے فرمایا قانون تمہارے ہاتھ میں نہیں۔ تم اگر کسی پر ہاتھ اٹھاتے ہو تو تم ظالم اور مجرم بنتے ہو۔

حضرت مسیح ناصری سے ایک دفعہ لوگوں نے پوچھا تھا کہ رومی حکومت کے داروغے ہم سے ٹیکس مانگتے ہیں۔ ہم انہیں ٹیکس دیں یا نہیں۔ آپ نے فرمایا سکہ نکال کر دکھاؤ اس پر کس کی تصویر ہے۔ سکہ پر روم کے بادشاہ کی تصویر تھی۔ آپ نے اسے دیکھ کر فرمایا جو رومیوں کا حق ہے۔ وہ

انہیں دو۔ اور جو خدا کا حق ہے وہ خدا کو دو۔ اب غور کرو حضرت مسیح علیہ السلام تو اللہ تعالیٰ کے ایک نبی ہو کر رومی بادشاہ کا حق اسے دلواتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو رومیوں کا حق ہے وہ رومیوں کو دو۔ مگر تم جو نہایت ہی ادنیٰ مقام رکھتے ہو، خدا کا حق چھیننے کے لئے تیار ہو جاتے ہو۔ کیا اللہ تعالیٰ کی تمہاری نظر میں اتنی بھی عظمت نہیں جتنی روم کے بادشاہ کی حضرت مسیح کے حواریوں کے دل میں تھی۔ پھر تمہاری کیا ہستی ہے کہ تم قانون کو ہاتھ میں لیتے ہو۔ اور وہ حق جو اللہ تعالیٰ نے اپنا مقرر کیا ہے، اسے اس سے چھینتے ہو۔ پھر تم کہتے ہو کہ تمہاری اولادیں خراب ہیں اور ان کی اصلاح نہیں ہوتی۔ تم پہلے اپنی اصلاح کرو۔ اگر تم اپنی اصلاح نہیں کرتے تو دوسرے کی اصلاح کے لئے کس طرح مدعی بنتے ہو۔ اگر وہ قرآن جسے تم الہامی کتاب تسلیم کرتے ہو دنیا کی اصلاح کے لئے آیا ہے تو تمہیں دیکھنا چاہیئے کہ قرآن نے اصلاح کے کیا ذرائع مقرر کئے ہیں۔ مگر تم قرآن تو پڑھتے نہیں لیکن جس وقت تمہیں مشکلات پیش آتی ہیں، اس وقت قرآن بند کر کے علیحدہ رکھ دیتے ہو۔ اور اپنی دماغی تدبیروں سے اصلاح کے مدعی بنتے ہو اور پھر کہتے ہو کہ ہم مصلح ہیں۔ اگر تم مصلح ہو تو پھر مفسد کس شخص کا نام ہے۔ تم تو اس وقت انہی لوگوں میں شامل ہوتے ہو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰکِنْ لَّا یَشْعُرُوْنَ[1] یہی وہ لوگ ہیں جو حقیقی مفسد اور فتنہ پرداز ہیں مگر یہ سمجھتے نہیں اور خیال کرتے ہیں کہ ہم مصلح ہیں۔ اسی طرح تم ہو کہ تم انسانی تدبیروں سے اصلاح کے مدعی بنتے ہو۔ اور اس امر کو بھول جاتے ہو کہ پہلے اپنے نفس پر موت وارد کرو پھر دوسروں کی اصلاح کر سکو گے۔ غصہ اور بغض سے کبھی دوسرے کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ بلکہ دوسرے کے غم میں گداز ہو جانا اور دوسرے کے رنج میں اپنے آپ پر موت وارد کر لینا یہ چیزیں ہیں جن سے دوسروں کی اصلاح کی جاتی ہے۔ اگر تمہارے دل میں لوگوں کا درد نہیں، اگر تمہارے قلوب میں لوگوں کی ہمدردی نہیں اور اس حالت میں تم اصلاح کے لئے کھڑے ہوتے ہو تو کسی کے دل میں تمہارے لئے کیوں جذبہ محبت پیدا ہو گا۔ اور کسی کے دل میں تمہارے لئے کیوں درد پیدا ہو گا۔ عیب ایک بری چیز ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اور عیب اس قابل ہے کہ جس قدر جلد ہو سکے دنیا سے مٹا دیا جائے۔ اور ہر مؤمن کا فرض ہے کہ وہ عیوب کو مٹائے مگر اسی ذریعہ سے جو اس کے مٹانے کا خدا تعالیٰ نے مقرر کیا ہے نہ کہ وہ جو تمہارے نفس نے تمہارے سامنے پیش کیا ہو۔

پہلی چیز جس کے ذریعہ عیب دور ہوا کرتے ہیں وہ حسنہ ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

کہ مومن بدی کو نیکی کے ذریعہ مٹاتے ہیں [۸] - مگر تم وہ ہو کہ بدی کو بدی کے ذریعہ مٹانا چاہتے ہو۔ اگر قرآن دنیا میں بدی مٹانے کے لئے بدی کا محتاج ہے تو پھر ایسے قرآن کی دنیا کو ضرورت نہیں۔ میں دیکھتا ہوں جب تم کسی کو بدی کرتے دیکھتے ہو تو تم میں سے جو لوگ غیرت رکھتے ہیں ان کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔ کچھ بے وقوف ہیں جو لٹھ سے درست کرنا حقیقی علاج سمجھتے ہیں۔ اور کچھ ایسے احمق ہیں کہ وہ قتل کرنے کی دھمکی پر اتر آتے ہیں۔ یہ سب بے وقوف ہیں۔ اور یہ سب جاہل اور اصلاح کے طریقوں سے قطعی طور پر ناواقف۔ اگر ان لوگوں میں ذرہ بھی عقل ہوتی تو وہ قرآن کو تدبّر سے پڑھتے اور دیکھتے کہ قرآن نے بدی کے مٹانے کا کیا طریق تجویز کیا ہے۔ لیکن قرآن پر تو غور نہیں کریں گے اور غصے اور دیوانگی کی حالت میں دوسرے کو سزا دینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ یہ کبھی خیال نہیں کریں گے کہ اپنے دل میں دوسروں کے لئے درد اور سوز پیدا کریں اور اپنے بچوں کے غم میں گداز ہو جائیں۔ مگر مارنے کے لئے فوراً کھڑے ہو جائیں گے اور پھر شکوہ کریں گے کہ لڑکوں کی اصلاح نہیں ہوتی۔ شکایت کریں گے کہ ہماری باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ کیا تم نے کبھی شیشہ میں اپنا مونہہ بھی دیکھا ہے۔ کیا تمہارے چہروں پر وہ رقت وہ نور وہ نرمی اور وہ محبت بھی پائی جاتی ہے جو دلوں میں اصلاح کر سکے۔ تم بھیڑیوں کے سے چہرے لے کر فرشتوں کا سا کام کرنا چاہتے ہو۔ اور پھر شکایت کرتے ہو کہ ہمارے لڑکے درست نہیں ہوتے۔ کیوں جب تم اپنے میں سے کسی کو بدی میں مبتلاء دیکھتے ہو تو اس کے لئے رحم اور غم کے جذبات سے پر نہیں ہو جاتے۔ کیوں تمہیں ایک ہی خیال آتا ہے کہ اُف بڑا گند ہو گیا۔ سوٹا لاؤ ہم اس کو دور کریں۔ اور تمہیں کبھی خیال نہیں آتا کہ تم خود بھی بیس دفعہ دن میں خطا کرتے ہو۔ غلاظت سے لتھڑے ہوئے ہاتھ سے کون کسی کا کپڑا صاف کر سکتا ہے۔ ایک نابینا کب کسی دوسرے کو راستہ بتا سکتا ہے۔ ایک ناپاک اور گندا انسان کب دوسرے کو پاک اور مطہر بنا سکتا ہے۔ پس پہلے اپنے دل صاف کرو۔ پہلے اپنے آپ کو اصلاح کے قابل بناؤ پھر تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اصلاح کے لئے قابلیت بھی مل جائے گی۔ پہلے اپنی نابینائی دور کرو پھر اللہ تعالیٰ کا وہ نور بھی تمہیں ملے گا جس سے تم اصلاح کر سکو گے۔ لیکن جب تک تم خود اپنی اصلاح نہیں کرتے تم نے دوسروں کی کیا اصلاح کرنی ہے۔

خوب یاد رکھو خدا کا تقویٰ، اللہ تعالیٰ کی خشیت اور اس کی محبت کسی ایسے شخص کو نہیں ملتی جس کا دل سخت ہو۔ جس میں دوسروں کے لئے رقت اور سوز پیدا نہ ہو بلکہ خدا تعالیٰ اپنا نورانی

لوگوں کو عطا کرتا ہے جن کے دلوں میں شفقت ہوتی ہے۔ رأفت ہوتی ہے اور لوگوں کے لئے محبت ہوتی ہے۔ اگر کسی بدی کو دیکھ کر بجائے اس کے کہ تمہاری آنکھیں سرخ ہوں ان سے آنسو بہہ نکلیں تو میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ فوراً اس کا اثر شروع ہو جائے۔ مگر تم بجائے دوسرے کی بدی پر آنسو بہانے کے لٹھ لے کر اس کے پیچھے دوڑتے ہو۔ اور پھر شکوہ کرتے ہو کہ اصلاح نہیں ہوتی۔ کبھی لٹھ مارنے سے بھی دوسرے کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ تم اس طریق پر عمل کرو جو قرآن کریم نے مقرر کیا ہے اور پھر دیکھو کہ تمہاری باتوں کا اثر ہوتا ہے یا نہیں۔ قرآن مجید نے تمہیں بتایا ہے کہ جب تم کسی بچہ کو بدی کرتے دیکھو تو بجائے لٹھ مارنے کے اس کے لئے روؤ اور چیخو اور چلاؤ کہ ہائے ہمارے اس بچے کو کیا ہو گیا۔ اگر اس کا باپ نیک آدمی تھا یا نیک آدمی ہے تو تم اس بچے کو علیحدگی میں لے جاؤ اور سمجھاؤ کہ تمہارا باپ نیک آدمی ہے بڑی عزت رکھتا ہے۔ مگر تم میں یہ غلطی پائی جاتی ہے اس کی اصلاح کر لو۔ اگر تم اس طریق پر عمل کرو تو دیکھو کہ فوراً اس کے چہرے پر نرمی کے آثار نظر آنے لگیں گے۔ اور وہ رو کر اقرار کرے گا کہ آئندہ اس بدی کے قریب بھی نہیں جائے گا۔ مگر تم اس وقت اصلاح کے طریق نکالتے نکالتے قرآن مجید کو اس طرح چھوڑ رہے ہو۔ جس طرح نَعُوْذُ بِاللّٰہِ ایک پرانی جوتی کو اتار کر پھینک دیا جاتا ہے یا جس طرح میلا کپڑا اپنے جسم سے اتار پھینکتے ہو۔ تم نہ احمدی کہلا سکتے ہو اور نہ مسلمان۔ تمہاری حالت تو نہایت ہی ابتر ہے اور تم تو کہیں کے بھی نہیں رہے۔ تم نے اپنی تدبیروں کا چولہ پہن لیا ہے۔ مگر قرآن مجید کی بتائی ہوئی تدبیروں کا چولہ اتار پھینکا ہے اور جب قرآن مجید تم نے علیحدہ کر دیا ہے تو تمہاری باتوں میں کیا اثر ہو سکتا ہے۔ پس یاد رکھو سب سے بڑی بات یہ ہے کہ پہلے اپنی اصلاح کرو اور پھر دوسروں کی اصلاح کے لئے کھڑے ہو۔ اسی طرح وہ لوگ جن کے گھروں میں اللہ تعالیٰ نے ایسے ظالم بچے دیئے ہیں ان کا فرض ہے کہ یا تو وہ ان کی اصلاح کریں یا قوم کے حوالے کر دیں کہ ان کی اصلاح کرو۔ اسی طرح وہ بیوی جو اپنے آوارہ گرد بچوں کا ساتھ دیتی ہے اور سمجھانے پر بھی باز نہیں آتی تمہارا فرض ہے کہ تم اسے طلاق دے کر علیحدہ کر دو۔ غرض والدین کا کام تو یہ ہے کہ وہ اپنے بچوں پر سختی کریں اور دوسروں کا کام یہ ہے کہ ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں۔ جس وقت ایک باپ اسلام اور دین کی غیرت سے اپنے بچے کو گھر سے نکال دیتا ہے تو اس وقت تمہارا فرض یہ ہے کہ تم اپنے دروازے اس کے لئے کھول دو۔ اور اسے سمجھاؤ کہ تمہارے باپ نے تمہیں نکال دیا ہے۔ مگر ہم تمہیں پناہ دیتے ہیں تم نے جو کچھ کیا خراب کیا۔ اب اپنی اصلاح کرو۔

اس طرح کے دو طرفہ سلوک کا اس پر یہ اثر ہو گا کہ وہ اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرے گا۔ مگر تم بالکل الٹا کام کر رہے ہو۔ جن کا کام تھا کہ وہ ایسے بچوں کو جنکی اصلاح سے وہ عاجز آچکے ہوں گھر سے نکال دیں وہ تو اپنے گھر سے نہیں نکالتے اور جن کا کام یہ ہے کہ وہ انہیں پناہ دیں وہ انہیں گھروں میں نہیں آنے دیتے۔ تم جوتی سر پر رکھ کر اور ٹوپی پاؤں میں رکھ کر کبھی دنیا میں عزت کی زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ جس کا حق یہ ہے کہ دے' اسے دینا چاہئے۔ اور جس کا حق ہے کہ لے' اسے لینا چاہئے۔ لیکن اگر جس کے ذمہ خدا نے یہ مقرر کیا ہے کہ وہ دوسرے کو دے وہ بجائے دینے کے دوسرے کا حق بھی چھینے تو کس طرح امن قائم ہو سکتا ہے۔ ہر ایک چیز کا خدا نے الگ الگ فرض مقرر کیا ہے اور چیزیں بے جوڑ ہو کر کبھی نیک نتیجہ پیدا نہیں کر سکتیں۔ پس گند کو دور کرو اور یقیناً دور کرو۔ اور اگر دور نہیں کرو گے تو آئندہ آنے والی نسلیں تمہیں بد دعائیں دیں گی۔ لیکن اس ذریعہ سے دور کرو جو خدا نے مقرر کیا ہے اپنے اندر رقت پیدا کرو۔ نرمی اور محبت پیدا کرو۔ اور غم سے گداز ہو کر ان آوارہ گرد لڑکوں کے لئے روؤ جو خراب ہو رہے ہیں ان کے لئے خون کے آنسو بہاؤ۔ بجائے خونی آنکھیں دکھانے کے اور بجائے لٹھ مارنے کے ان کے آگے بچھ جاؤ تا ان کے دل میں نرمی پیدا ہو۔ اور وہ بھی اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ مگر تم قانون کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہو۔ اور مجھے تعجب آتا ہے کہ اچھے پڑھے لکھے مولوی بھی قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ کیا یہ عجیب بات نہیں کہ خود تو وہ قانون توڑتے ہیں لیکن دوسروں سے کہتے ہیں کہ قانون نہ توڑیں۔ جب تم خدا کے بنائے ہوئے قانون کو توڑ کر خود قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے تیار ہو جاتے ہو تو تمہارا کیا حق ہے کہ تم دوسروں سے یہ کہو کہ وہ تمہارے بنائے ہوئے قوانین کی پابندی کریں۔ کیا وہ آگے سے یہ جواب نہ دیں گے کہ جب تم نے خود قانون توڑ دیا تو ہمیں کیوں حق نہیں کہ ہم بھی قانون توڑیں۔ تم خود تو قانون توڑ کر یہ خیال کرتے ہو کہ تم نے کوئی جُرم نہیں کیا۔ لیکن اگر کوئی اور قانون توڑ دے تو اسے مجرم قرار دیتے ہو۔ پھر کیا قوم میں جو خرابیاں پیدا ہوں خدا کے حضور ان کے لئے تم جوابدہ ہو۔ تمہیں خدا نے قوم کا مصلح نہیں بنایا۔ پھر تم کون ہو جو قانون کو توڑ کر اصلاح کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ یہ سلسلہ خدا کا ہے تمہارا نہیں۔ اگر تم خدا کے لئے دکھ اٹھاؤ اور مصیبت میں رہتے ہوئے قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لو تو وہ خود بخود لوگوں کی اصلاح کی صورت پیدا کر دے گا۔ کیا تم سمجھتے ہو خدا کو اپنے بندوں کے متعلق تمہارے جتنی غیرت بھی نہیں ہے۔ لیکن اگر تم خود ہی قانون کو اپنے ہاتھ میں لے لو گے تو چاہے تم لڑکوں

کے سر پھوڑ دو تو بھی ان کی اصلاح نہیں ہو سکے گی۔
پس یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے قُوْٓا اَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا [۹] اپنے آپ کو اور اپنی اولادوں کو آگ سے بچاؤ۔ اگر تم اندھے ہو کر اپنی اولاد کی اصلاح کا خیال نہیں کرتے تو تم نہ صرف خود جہنم میں جاتے ہو اور اپنی اولادوں کو جہنم میں لے جاتے ہو' بلکہ اللہ تعالیٰ کے سلسلہ کو بھی جہنم میں ڈالنا چاہتے ہو۔ پس وہ لوگ جن کے بچے آوارہ ہیں اور وہ لوگ جن کی عورتیں ایسے بچوں کی حمایت کرتی ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں اور عورتوں کو اگر وہ حدیث العہد ہیں تو نصیحت کریں۔ اور انکی اصلاح کے لئے کوشش کریں۔ اور اگر ان کی متواتر نصیحتوں کا ان کے بچوں پر کوئی اثر نہ ہو تو وہ انہیں محلے والوں کے سپرد کردیں کہ ان کی اصلاح کریں۔ ایسے موقع پر محلّہ والوں کا کام یہ ہے کہ وہ نرمی اور محبت سے انہیں سمجھائیں۔ گویا والدین کا تو یہ کام ہے کہ وہ اپنے بچوں پر سختی کریں۔ اور محلے والوں کا یہ کام ہے کہ وہ ان کے بچوں کے ساتھ نرمی کریں اور ان کی اصلاح سے قبل سب سے پہلے اپنے نفس پر موت وارد کریں۔ جس دن انہوں نے اپنے نفسوں پر موت وارد کرکے اور لڑکوں کی آوارگی کے غم میں گداز ہو کر ان کی اصلاح کے لئے قدم اٹھایا' وہی دن ہو گا جب ان کی آواز میں اثر ہو گا۔ اور وہی دن ہو گا جب انکی باتوں میں روحانی قوت دکھائی دے گی۔ ورنہ دنیا میں لٹھ کے ساتھ کبھی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اگر اصلاح کے لئے جبر کی ضرورت ہوتی تو اس وقت خدا تعالیٰ تمہیں تلوار ضرور دیتا مگر خدا کا تلوار نہ دینا بلکہ پہلی تلوار کا بھی چھین لینا بتاتا ہے کہ اصلاح کے لئے تلوار اور لاٹھی کام نہیں دے سکتی۔ ورنہ یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ اصلاح تو تلوار سے ہو سکتی۔ مگر خدا تلوار تمہارے ہاتھوں سے چھین لیتا اور پھر کہتا کہ اب اصلاح کرو۔ یہ تو بیوقوفی کی بات ہو گی۔ اگر ہم ایسا تسلیم کریں۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہ
باز مے گوئی کہ داماں تر مکن ہشیار باش

دریا میں ڈال کر یہ کہنا کہ تمہارے کپڑے گیلے نہ ہوں اس پر کس طرح عمل کیا جا سکتا ہے۔ سو یہ کس طرح ممکن ہے کہ دنیا کی اصلاح تو تلوار کے ساتھ مقدر تھی مگر خدا تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں سے تلوار چھین لی۔ اور اگر اصلاح ہو سکتی تو تلوار سے ہی ہو سکتی تھی۔ ڈنڈے سے کیا ہونی ہے لیکن تلوار کا چھینا جانا ظاہر کرتا ہے کہ دنیا کی اصلاح کبھی تلوار اور ڈنڈے کے زور سے نہیں ہوئی۔ پس وہ چیز جس کو خدا تعالیٰ نے تمہارے ہاتھوں سے چھین لیا اس پر بھروسہ مت کرو۔

بھروسہ اس پر کرو جو خدا تعالیٰ نے تمہارے ہاتھ میں دیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمہارے ہاتھ میں کون سی چیز دی ہے؟ تلوار یا قرآن؟ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمہارے ہاتھ میں تلوار دی تھی تو پھر تلوار سے ہی اصلاح ہو سکتی ہے اور اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تلوار نہیں دی بلکہ قرآن دیا ہے تو یاد رکھو اب اصلاح بھی قرآن سے ہی ہو سکے گی تمہارے ڈنڈوں سے نہیں ہو سکتی پھر اپنے جوشوں میں تو تم ڈنڈا اٹھا لیتے ہو لیکن جب میں کہتا ہوں کہ تم اپنے ہاتھوں میں سونٹا رکھا کرو تو تم میری بات نہیں مانتے گویا میرے حکم پر تو تم ڈنڈا نہیں اٹھاتے۔ لیکن جب تمہیں شیطان اُکساتا ہے تو پھر فوراً ڈنڈا سنبھال لیتے ہو اور پھر جماعت کے والی وارث بننے کا دعویٰ کرتے ہو۔ جسے خدا نے جماعت کا والی بنایا ہے وہ تمہیں کہتا ہے کہ اپنے ہاتھوں میں سونٹا رکھو تو تم نہیں مانتے لیکن جب تمہیں تمہارا نفس شیطانی تحریک کے تحت کہتا ہے کہ ڈنڈا اٹھاؤ تو اس وقت فوراً اٹھا کر دوسرے کو مارنے کے درپے ہو جاتے ہو۔ گویا اس کے حکم پر جس کے ہاتھ پر تم نے بیعت کی اپنے نفسانی جوشوں کو ترجیح دیتے ہو اور خدا کے حکم کو شیطان کے حکم پر قربان کر دیتے ہو اور پھر لوگوں کے مصلح بنتے ہو۔ اگر تم اصلاح کرنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے ہو جاؤ اس کے حضور جھکو اور گریہ وزاری سے کام لو لڑکوں کے لئے عاجزی اور تضرع سے دعائیں کرو پھر دیکھو کس طرح خود بخود ان کی اصلاح ہونی شروع ہو جاتی ہے اگر اس پہلو سے غور کرو گے تو تمہیں نظر آجائے گا کہ تمہارے لڑکوں کی خرابی تمہارے اپنے گند کی وجہ سے ہے۔ باجماعت نماز ہوتی ہے مگر لوگ کم آتے ہیں درس ہوتا ہے مگر لوگ نہیں آتے خربوزے کو خربوزہ دیکھ کر رنگ بدلتا ہے۔ تم خود گندے ہو گئے اس لئے تمہیں دیکھ کر تمہاری اولادیں بھی گندی ہو گئیں۔ اور اگر آئندہ بھی تم نے اپنی اصلاح نہ کی تو خدا تعالیٰ تمہاری اولادوں کو اور زیادہ گند میں بڑھا دے گا اور چاہے تم ان کے سر پھوڑو ان کا گند دور نہیں ہو گا۔

میں ان لوگوں سے جو آج کل محلوں میں آوارہ گرد لڑکوں کے لئے لٹھ لئے پھرتے ہیں پوچھتا ہوں کہ کتنے ہیں ان میں سے جو درسوں میں شامل ہوتے ہیں کتنے ہیں ان میں سے جو نمازوں میں آتے ہیں کتنے ہیں ان میں سے جو خدا کے حکم کے ماتحت مسکینی اور انکسار اختیار کرتے ہیں پھر کتنے ہیں جو یہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ گناہوں سے محفوظ ہیں تم بڑے بڑے گناہوں کو نظرانداز کر دیتے ہو اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر لڑتے ہو۔ اسے اگر ہم نابینائی نہ کہیں تو اور کیا کہیں کئی لوگ ہوتے ہیں

جنہیں اپنی آنکھ کی کمزوری کی وجہ سے زرد رنگ نظر نہیں آتا بعضوں کو سرخ رنگ نظر نہیں آتا۔ بعضوں کو سبز رنگ نظر نہیں آتا لیکن اور تمام چیزوں کو بخوبی دیکھ لیتے ہیں۔ ہم اسے بینائی کا نقص تصور کرتے ہیں اور یہ نہیں کہتے کہ اس شخص کی آنکھیں ہر قسم کی بیماری سے محفوظ ہیں اسی طرح اگر تمہیں اپنے عیب دکھائی نہیں دیتے۔ اگر تمہیں بڑے عیب تو نظر نہیں آتے لیکن چھوٹے چھوٹے گناہوں پر لٹھ اٹھالیتے ہو۔ تو یہ تمہاری نابینائی نہیں تو اور کیا ہے ہاں اگر اصلاح کے لئے صلح اور محبت کے ذرائع اختیار کرو تو پھر ساری جماعت تمہارے ساتھ ہوگی۔ کون چاہتا ہے کہ ایک پیپ سے بھرا ہوا پھوڑا اس کے بدن پر رہے۔ ہم آوارہ گردوں کے طرفدار نہیں لیکن ان لوگوں کے بھی طرفدار نہیں جو آوارہ گردوں کی اصلاح کے لئے غلط قدم اٹھاتے ہیں۔ آوارہ گردی آوارہ گردی سے دور نہیں ہو سکتی اصلاح ہمیشہ محبت اور پیار سے ہوتی ہے یہ مت خیال کرو کہ ایک چور کو چور کہہ کر تم اس کی اصلاح پر قادر ہو سکتے ہو یا ایک آوارہ گرد کو آوارہ گرد کہہ کر اسے درست کر سکتے ہو۔ چاہے کوئی چور ہو یا آوارہ گرد۔ اگر تم اسے ایسا کہو گے تو وہ اور زیادہ جوش میں آجائے گا اور بجائے اصلاح کے تم اسے نقصان پہنچانے کے ذمہ دار ہو گے ہاں محبت اور پیار سے اصلاح ہو سکتی ہے جب کسی ایسے لڑکے کو دیکھو تو اسے نہایت نرمی سے سمجھاؤ اور کہو کہ تم تو بڑے اچھے لڑکے ہو مگر فلاں بات تم میں بری ہے اسے ترک کردو۔ اس طریق سے اسے غصہ بھی نہیں آئے گا اور تمہاری بات ماننے کے لئے تیار بھی ہو جائے گا میں یہ نہیں کہتا کہ کوئی وقت سزا کا نہیں ہوتا مگر سزا اس کی طرف سے ملنی چاہیئے جس کے ہاتھ میں خدا نے جماعت کا نظام رکھا ہے اور سزا بھی ثبوت مہیا ہونے کے بعد دینی چاہیئے۔ میں نے تین سال تک مستریوں کی شرارتوں کو دیکھا۔ بیسیوں آدمی مجھے کہتے کہ ان کا کوئی علاج کریں ورنہ یہ جماعت کو خراب کردیں گے۔ مگر میں ہمیشہ انہیں یہی کہتا کہ میرے ہاتھ قرآن مجید نے باندھ رکھے ہیں جس دن قرآن مجید کے بتائے اصولِ شہادت کے ماتحت ان کا قصور ثابت کردو گے میں انہیں سزا دے دوں گا لیکن جب تک تم یہ ثابت نہیں کر سکتے خواہ وہ سالہا سال تک شرارتیں کرتے چلے جائیں میں ان کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا میں ہمیشہ ایسے دوستوں کو یہی جواب دیتا تھا حالانکہ میں سمجھتا تھا کہ ان کی باتیں درست ہیں لیکن چونکہ عدالتی رنگ میں میرے پاس ثبوت مہیا نہ تھا اس لئے میں تین سال تک خاموش رہا اسی طرح میرے ساتھ ابتدائے خلافت سے یہ سلوک ہوتا چلا آیا ہے مگر میں ہمیشہ اس امر کو دیکھتا ہوں کہ جہاں قرآن نے میرے ہاتھ بند کر

رکھے ہیں میں وہاں اپنا ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا آخر ہم سے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کو اس سلسلہ کی فکر ہے اگر ہم کسی جگہ خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کے ماتحت ہاتھ نہیں اٹھائیں گے۔ اور فتنہ ترقی کر جائے گا تو ہم خدا کے حضور عرض کر سکیں گے کہ ہم تو تیرے قانون کے ماتحت خاموش رہے مگر فتنہ ترقی کر رہا ہے اس لئے تُو آپ ہی اس کا ازالہ فرما۔ اور خدا خود اس کو دور کر دے گا۔

پس تم بھی اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرو اور سب سے پہلے اپنے نفوس کی اصلاح کرو یقیناً بچوں کا خراب ہو جانا بہت بڑا عیب ہے اور ہر احمدی کا جس کے دل میں احمدیت کا درد ہو فرض ہے کہ وہ اس دھبہ کو مٹانے کی کوشش کرے مگر خدا کے منشاء کے ماتحت نہ کہ اپنی دماغی تدبیروں کے ذریعہ۔ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے دلوں کی اصلاح کرے اور ہماری کمزوریوں کو دور فرمائے ہمارے ذمہ جو اس نے اصلاح کا کام رکھا ہے ہم اس میں لغزش نہ کھا جائیں اور ایسا نہ ہو کہ ہم اصلاح کرتے ہوئے اور زیادہ خرابیوں کا ذریعہ بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ بڑے رحم اور فضل کا مالک ہے وہ ہمارا آقا اور مہربان خدا ہے ہم اس کی نہایت ہی ذلیل، حقیر اور ناچیز مخلوق ہیں ہم اس کے حضور دعا کرتے ہیں کہ وہ اپنا رحم ہم پر نازل کرے اور اپنے خاص فضل سے ہمیں اپنی اور اپنے بچوں کی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے کہ بغیر اس کے فضل کے دنیا میں کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

(الفضل ۲ جون ۱۹۳۲ء)

۱۔ الزلزال: ۴

۲۔ اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ جلد ۴ صفحہ ۱۱۷، ۱۱۸ مطبوعہ بیروت ۱۳۷۷ھ

۳۔ السیرۃ الحلبیۃ جلد ۲ صفحہ ۱۷۹ مطبوعہ مصر ۱۹۳۵ء

۴۔ بخاری کتاب الجنائز باب ثناء الناس علی المیت

۵۔ بخاری کتاب التفسیر سورۃ النور باب قولہ والذین یرمون...... الخ

۶۔ متی باب ۲۲ آیت ۱۹ تا ۲۲ نارتھ انڈیا بائبل سوسائٹی مرزاپور مطبوعہ ۱۸۷۰ء

۷۔ البقرۃ: ۱۳

۸۔ الرعد: ۲۳

۹۔ التحریم: ۷